جاسکتی ہے، اس کے زہر کی قوت اتنی زیادہ ہے کہ جب اس کا دشمن سے آمنا سامنا ہو تو انتہائی غیظ وغضب میں اس کی حالت اتنی خطرناک ہوتی ہے کہ حاملہ عورت کا حمل گر جاتا ہے اور آنکھیں چار ہوں تو اس کی نگاہ بے نور ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اقتلوا ذا الطفيتين والأبتر فإنهما يطمسان البصر ويسقطان الحبل'' [بخاری ح: ۳۲۹۷] ''پیٹھ پر دو سفید لکیروں والے اور دم کٹے (ٹھگنے) سانپوں کو قتل کر دو، کیونکہ یہ دونوں نگاہوں کا نور اچک لیتے اور حاملہ کا حمل گرا دیتے ہیں۔'' [زاد المعاد ٤/١٥٣]

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابن بطالؒ کے حوالے سے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ کسی جسم کو چھوئے بغیر نظر کی تاثیر کیوں کر ممکن ہے۔ فرماتے ہیں ''لوگوں کی طبیعتیں بہت مختلف ہیں، نظر بد کی تاثیر کا سبب شاید نظر لگانے والے کی آنکھوں کا کوئی زہر ہے جو محسود کے جسم میں داخل ہو کر تکلیف پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ کسی نظر بد لگانے والے کا قول ہے کہ جب مجھے کوئی چیز پسند آئے تو میری آنکھوں سے گویا گرمی کے نکلنے کا احساس ہوتا ہے۔ اور اس تاثیر کی واضح مثال حائضہ عورت سے دی جاسکتی ہے کہ وہ جب حالت حیض میں اپنا ہاتھ دودھ میں ڈالے تو دودھ خراب ہو جاتا ہے اور جب حالت طہر میں ڈالے تو وہ خراب نہیں ہوتا۔ دوسری مثال: اگر کوئی صحت مند آدمی آشوب چشم والے کی آنکھوں کی جانب دیکھے تو وہ بھی آشوب چشم کا شکار ہوتا ہے۔☆

تیسری مثال: کوئی جمائی لیتا ہے تو سامنے والے کو بھی جمائی آجاتی ہے۔ جس طرح یہ سب چیزیں بغیر کسی میل ملاپ کے اثر انداز ہوتی ہیں، بالکل اسی طرح نظر بد کی تاثیر بھی بغیر کسی جسمانی ملاپ کے ممکن ہے۔'' [فتح الباری ١٠/٢٤٦]

☆'' لاعدوى ولا طيرة ولا هامة ولاصفر ، وفرّ من المجذوم كما تفر من الأسد '' [البخاری الطب باب ١٩ ح٥٧٠٧] ''کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی، بدشگونی، الو کی آواز اور صفر کی نحوست کا نظریہ باطل ہے۔ اور کوڑھی سے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔'' امام مالکؒ، ابوعبیدؒ، ابن خزیمہؒ، طبریؒ اور طحاویؒ وغیرہ نے کوڑھی سے بھاگنے کو ضعیف الایمان کے لیے حفاظت عقیدہ اور کوڑھی کو احساس کمتری سے بچانے جیسی حکمتوں سے مربوط کیا ہے۔ [دیکھیے فتح الباری ١٠/ ١٧٠-١٧٢] زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ میری آنکھ دکھ رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے عیادت فرمائی۔ [أبو داؤد الجنائز باب ٩ العيادة من الرمد ح٣١٠٢ وحسنه المنذری] الخطابیؒ: اس حدیث میں عام لوگوں کے نظریے کی تردید ہے جو آنکھوں کے مریض کی عیادت کو جائز نہیں سمجھتے۔ [معالم السنن ٣/ ٤٧٧] لہٰذا آشوب چشم کو دیکھنے سے متاثر ہونا درست نہیں لگتا۔ واللہ اعلم (عبدالوہاب)

سوانح علمائے اہلحدیث بلتستان

ابوسعید مولانا احمد سعید

عبدالرحیم روزی

حیات مبارکہ۔اکتساب تعلیم۔خطیب حکیم

تاریخ پیدائش اور شجرہ نسب : مولانا احمد سعید نے موضع غواڑی کے علمی گہوارے، مسلک اہلحدیث کے مرکز، اکابر علماء کی جائے ولادت اور جامعہ دارالعلوم (اولڈ کیمپس) کی جائے وقوع محلّہ گربی کھور میں 1918ء میں آنکھ کھولی۔

شجرہ نسب : ابوسعید احمد سعید بن غلام حسین بن عبدالرحیم بن عبدالعزیز بن موسیٰ از خاندان گربا غواڑی۔آپ کا دادا مولانا عبدالرحیمؒ بلتستان میں تحریک اہلحدیث کے بانی تھے، آپ محدثِ پنجاب مولانا حافظ مولانا عبدالمنان وزیر آبادیؒ کے شاگرد رشید تھے۔مولانا عبدالرحیمؒ کا تذکرہ مجلۃ الترات شمارہ 2 میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

مولانا احمد سعیدؒ کے دو بھائی تھے: عبدالقیوم اور عبدالحی ۔مؤخر الذکر تحصیل علوم دینیہ کے لیے اس دور کی عادت کے مطابق ہندوستان تشریف لے گئے۔واپسی پر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی، آپ کے والد غلام حسین بھی بالوگنج شملہ میں وفات پا گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت دارالحدیث غواڑی (حالیہ: جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی) میں اپنے ہی خاندان کے عالم دین، مؤسس دارالعلوم غواڑی مولانا محمد موسیٰ بن محمد علیؒ تلمیذ سید نذیر حسین دہلویؒ سے حاصل کی۔مولانا موصوف سے آپ نے ابتدائی قواعد سے لے کر ہدایہ، کافیہ، اصول شاشی، گلستان سعدی، پند نامہ عطار تک پڑھ لیا۔

اس کے بعد مزید علمی تشنگی بجھانے کے لیے ابنائے قریہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے 20 برس کی عمر میں دہلی روانہ ہو گئے اور **مدرسہ نذیریہ** جیسے شہرہ آفاق تعلیمی گہوارے میں گھٹنے ٹیک دیے اور یہیں سے فراغت پائی۔

سیاسی نظریہ وخیالات: قیام ہندوستان کے دوران دوسرے بلتستانی طلباء کے برعکس آپ کانگریسی خیالات کے حامل تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کے عاشق زار، فریفتہ، اور مد[illegible] تھے۔انسانی معاشرے کا اصول ہے کہ جو شخص کسی پر فریفتہ اور اس کا عقیدت مند اور اس کی محبت میں گرفتار ہو جائے تو اس محبوب کی ساری ادائیں اسے پسند آتی اور اختیار کرتا ہے۔محب اپنے محبوب کے قالب میں ڈھل جانے کی کوشش کرتا ہے۔لباس، گفتار، کردار، اخلاق، عادات واطوار، اور ہر خد وخال میں اس کا آئینہ اور تصویر کا عکس ہونے کی بھرپور مساعی کرتا ہے۔یہی حال مولانا صاحب کا بھی تھا۔آپ

بھی امام الہند کے خیالات سے متفق اور کانگریس کے ساتھ ہم پیالہ وساغر تھے۔ بلکہ ''شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار'' کے مصداق خود مولانا آزاد سے بھی سخت اور متشددانہ خیالات رکھا کرتے تھے۔

مولانا عبدالرشید عبدالملک ندوی اور مولانا عبدالخالق قمبر رحمہما اللہ کہا کرتے تھے کہ ہندوستان میں مولانا احمد سعید مرحوم کلاس میں بھی اور مسجد میں نماز سے سلام پھرتے ہی قریبی ساتھی سے کانگریس کی حمایت اور تائید میں بحث وتکرار کا بازار گرماتے اور کبھی معاملہ ہاتھا پائی تک پہنچتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے رگ وپے میں مولانا آزاد کی محبت ونظریہ رچا بسا ہوا تھا آپ اہتمام والتزام کے ساتھ مولانا آزاد کے جلسوں میں شرکت کرتے اور تقریر وخطاب سنتے اور واپس آکر خوب اس پر اپنا تبصرہ وتجزیہ جھاڑ دیتے۔ بلتستان تشریف لاکر آزاد مرحوم کے انداز میں گفتگو کرتے تھے۔

مولانا عبدالرشید ندوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا : ''ایک دفعہ میرے قیام ہندوستان کے دوران بعد از تقسیم ملک ایک آدمی آیا اور بندہ سے کہنے لگا کہ میرا نام یہ ہے مجھے ایک دفعہ پاکستان جانے کا شوق تو بہت ہے اور جانا صرف اس لیے تھا کہ مولانا احمد سعید صاحب سے کہہ کر واپس آوں کہ آپ ہمارے مسلم لیگ کے پاکستان میں کس جواز سے رہتے ہیں حالانکہ قیام ہندوستان کے پورے عرصہ میں مسلم لیگ اور قومی نظریہ کی مخالفت کرتے رہے۔ یہ کہہ کر مجھے آنے کا بڑا شوق ہے مگر ضرور تم میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا۔ اس وقت میں مسلم لیگی اور مولانا احمد سعید صاحب کانگریسی تھے اور آپس میں بحث وتکرار کی بھٹی گرم رہتی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ میں کانگریس کے ملک میں رہ گیا اور مجھے پاکستان جانا بھی نہیں تھا مگر مسلم لیگ کا نظریاتی طور پر حمایتی تھا جبکہ احمد سعید صاحب کانگریسی تھا اور اپنے مخالف نظریہ کے ملک میں جا کے بیٹھ گیا۔

اساتذہ کرام: آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا محمد موسیٰ بانیٔ دارالعلوم بلتستان یہاں قیام ہندوستان کے دوران اساتذہ کرام میں کتاب دستور المتقی کے مصنف مولانا محمد یونس قریشیؒ، مولانا یونس پنجابی، مولانا نذیر حسین امرتسریؒ، مولانا محمد انورؒ، مولانا شرف الدین وغیرہ ہیں۔ جن کا تذکرہ نزھۃ الخواطر میں موجود ہے۔ تغمدھم اللہ برحمتہ

تلامذہ: ہندوستان میں فراغت کے بعد آپ وطن عزیز بلتستان پاکستان تشریف لائے۔ یہاں آپ کے تلامذہ میں مولوی ہارون عبدالقادر گنگھاوی مرحوم کے مطابق درج ذیل حضرات ہیں:

مولانا عبدالرحمٰن حنیف کریسی امیر جمعیت اہلحدیث بلتستان، مولانا محمد ابراہیم بن محمد علی خطیب جامع مسجد یوگو نائب امیر جمعیت اہلحدیث بلتستان، مولانا محمد یوسف عبداللہ امیر جمعیت اہلحدیث کھرفق، مولانا یعقوب عبدالرحمٰن کھرفقی، مولانا محمد اسماعیل خلیل الرحمٰن بلغاری، مولانا فیض اللہ شگری، سید عبداللہ شگری، مولانا محمد کاظم شگری، مولانا ثناء اللہ جانی بن عبدالرحیم مدیر

تعلیم، مولانا عبدالوھاب خان سیکرٹری مجلۃ التراث، مولانا زاہد علی عبدالرحمٰن مولانا احمد علی ابراہیم صدر یوتھ ریلیف فاؤنڈیشن غواڑی اور راقم الحروف وغیرہ شامل ہیں۔

دینی وعلمی خدمات: صوفی منش مؤرخ بلتستان علامہ غلیل الرحمٰن بلغاری نے چودھویں صدی کے اواخر اور پندرھویں صدی کے اوائل کو بلتستان میں درس توحید وسنت کا دور سادس قرار دیا ہے اور اسی دور کے قابل ذکر علماء میں مولانا کریم بخش، مولانا عبدالمنان کریس، مولانا عبدالخالق قمبر، مولانا ابوخالد عبداللہ غازی رحمہم اللہ کے ساتھ ہمارے ممدوح مولانا احمد سعید مرحوم اور مولانا عبدالباقی خان حفظہ اللہ کو شمار کیا ہے۔[ادوارستہ ص ۱۲]

سفارت: مولانا حافظ کریم بخش بن محمد جان ناظم اعلیٰ دارالعلوم کے گھر ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء میں علمائے کرام کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں دارالعلوم کا انتظامیہ حاضر ہوا اور سفارتکاری و دیگر انتظامی امور کے متعلق غور وخوض کے بعد ایک تحریری فیصلہ ہوا جس میں مولانا محمد ابراہیم انصاری کو امیر المنابر، مولانا احمد سعید کو نائب ناظم غواڑی وسفیر کراچی اور مولانا محمد یونس بن اسماعیل گنتھاوی کو مدرس ورکن حل وعقد قرار دیا گیا تھا۔ مولانا خلیل الرحمٰن مرحوم ایک منجھا ہوا قائد اور مسؤل تھا۔ ہر شخص کی طبیعت ومزاج اور میلان کے مطابق مقام اور حیثیت دیتے تھے۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں مولانا احمد سعید دارالعلوم کا ایک اہم مدرس ومربی تھا۔ اس دوران ناظم ادارہ مولانا خلیل الرحمٰن مرحوم کے دوش بدوش کام کرتا رہا۔ پھر کراچی تشریف لے گئے جہاں آپ نے 1970 تک قیام فرمایا۔

۱۹۷۰ء کی دہائی کے اواخر میں مولانا عبدالرحمٰن عبداللہ خلیق رحمہ اللہ اور انتظامیہ دارالعلوم نے آپ کو کراچی سے بلا کر مرکزی دارالعلوم میں لائبریرین مقرر کیئے۔ یہ اگرچہ آپ کا موزون پیشہ نہ تھا، لیکن طبیعت کی زیادہ تیزی کی وجہ سے درس وتدریس کے لئے بھی موزون نہ سمجھا گیا، آپ کا طریقہ ترتیب کتب، کتابوں کی جلدوں کی قد وقامت اور طول وعرض تھا۔ کبھی کبھار مولانا عبدالرشید ندوی اپنی موضوعاتی ترتیب کے برعکس نکل جانے پر غائبانہ طور پر بلند آواز میں احتجاج نوٹ کرواتے اور شکایت کا بھڑاس نکالتے۔

درس تدریس: آپ مستقل طور پر پڑھاتے نہیں تھے کیونکہ لائبریری میں ڈیوٹی دیا کرتے تھے مگر جب پریڈ خالی ہوجاتے تعلیمی انتظامیہ آپ کو اس کی جگہ کلاس میں بھیجتے تو آپ اپنی علمیت کا جوہر نکالتے، ایک بار راقم کی کلاس میں حدیث کی معروف کتاب مشکوٰۃ المصابیح پڑھائی۔ جب کتاب الصوم کی اس حدیث پر پہنچے " **ليس من البر الصوم في السفر** "

تو آپ نے کہا کہ اس کو عرب قبیلہ یوں بھی پڑھتے ہیں '' لیس من امبر امصیام فی امسفر '' تو طلباء حد درجہ محظوظ اور متعجب ہوئے۔ اسی نادر الوجود لہجہ نے بندہ سے خود کو یاد رکھوایا۔ کہیں جا کر ادب و فن کی تاریخ پڑھاتے وقت معلوم ہوا کہ یہ لہجہ عرب عاربہ یمن کے قبیلہ حمیر کا ہے جو الف لام کو میم سے تبدیل کر کے پڑھتے ہیں جسے '' طریقہ طمطمانیہ '' کہا جاتا ہے۔ جیسے الرجل سے امرجل الطالب سے امطالب وغیرہ۔

مفتی جمعیت اہلحدیث بلتستان: جب مفتی و قاضی جمعیت اہلحدیث بلتستان مولانا عبدالقادر ابراہیم ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۳ھ میں رحلت فرما گئے تو اکابرین جمعیت نے آپ کو مرحوم کی جگہ تقرر کیا چنانچہ آپ بڑی محنت و لگن سے کئی سال تک لوگوں کے تنازعات کا شرعی تصفیہ و فیصلہ صادر فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے بعد مولانا ثناء اللہ سالک کوروی حفظہ اللہ نے اس ذمہ داری کو ۱۹۸۹ء تک نبھایا۔

اس ذمہ داری کو ادا فرماتے وقت ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں مولانا احمد سعید فرمانے لگے کہ دونوں فریق چاہتے ہیں کہ فیصلہ ان کے منشا و مرضی کے مطابق ہو مگر ہمارے پاس اس قسم کی شریعت اور فیصلہ نہیں ہے جس میں دونوں کی جیت ہو ہم ایسا فیصلہ کہاں سے لائیں!

خطابت: آپ ایک منجھا ہوا خطیب بھی تھا۔ عیدین کے خطبے بڑے شوق سے دیتے اگر کبھی موقع نہ ملتا تو علاقہ یوگو وغیرہ تشریف لے جا کر وہاں خطبہ دیتے۔ جامع مسجد المعروف خانقاہ غواڑی تاسیس [۱۴۴۵ھ] میں سال بھر خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ آپ کے خطبات طویل تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتے۔ حسب موقع و مقتضائے حال نتائج اخذ کرتے، عبارات والفاظ، ترکیب و فقرات نپے تلے ہوتے۔ انداز بیان بھاری بھرکم ہوتا۔ جب فارسی، عربی اور اردو کے اشعار استدلال و استشہاد کے لیے پیش کرنا ہوتا تو اسے مخصوص ترنم میں ادا کرتے۔ نکتہ بینی اور مزاحیہ باتیں کرنا آپ کا خاص مارک تھا مگر یہ مزاحیہ باتیں اپنے اندر ان گنت معانی اور حقائق مضمر رکھتیں۔

آپ معاشرے کی اجتماعی و انفرادی کوتاہیوں کی طرف جرأت رندانہ کے ساتھ نشاندہی کرتے۔ اس حوالے سے بالکل ایسا صاف اشارہ کرتے جسے مخصوص آدمی کے علاوہ عام لوگ بھی سمجھ لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ آپ کے سامنے آنے اور خطاب سننے سے کتراجاتے۔ اسی وجہ سے آپ بعض حضرات کی تنقید و نکتہ چینی کا نشانہ بنے رہتے۔ آپ کی انہی خوبیوں یا خامیوں کی وجہ سے ایک دفعہ خطیب کے منصب سے الگ بھی ہونا پڑا۔ بہر حال آپ کا طرز عمل '' قل الحق ولو کان مُراً '' پر عمل کرنے کی کوشش تھا۔ مگر بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ آپ کی فاش غلطی

تھی۔ ہر دور میں آپ جیسے لوگوں کی کمی نہیں رہی ہے۔

آپ کے خطبوں اور سلسلہ ہائے سخن کے موضوع کا بیشتر حصہ حالات حاضرہ گرد و پیش، فکر و نظر، سیاسی تحلیل و تجزیہ اور انیسویں صدی اور اس کے بعد عالمی افق پر جنم لینے والے معاشی نظریات جیسے سیکولرازم، کمیونزم، بورژوائی ازم، فاشسٹ ازم و دیگر ازموں کا تعارف، تنقید اور تجزیہ ہوا کرتا تھا۔ مگر فلسفیانہ خطبے اور سامعین کے درمیان رشتہ ''زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم'' کا مکمل عکاس تھا۔ راقم الحروف اس وقت دس بارہ سال کی عمر میں داخل فہم و فراست اور قد کاٹھ دونوں لحاظ سے ناٹا تھا۔ لہٰذا مولانا صاحب کی فلسفیانہ موشگافیوں، ازموں اور ان کے بانیان کے تذکروں سے سوائے اکتاہٹ کے اور کچھ محسوس نہ ہوتا بلکہ بندہ کے ساتھ سامعین کرام میں سے ایک جم غفیر بھی ہم پیالہ و ساغر تھا جو نرے ان پڑھ اور مال مویشوں کے مخلص دوست تھے۔ البتہ وہ لوگ جوان باتوں کا ادراک کرنے والے تھے شاید وہی محظوظ ہو کر سر دھنتے تھے۔ آپ عام طور پر علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے یہ حکیمانہ شعر اپنے مخصوص مترنم لہجے میں پڑھتا تھا۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں　　　　شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

صحیح بات یہ ہے کہ مولانا صاحب نے وہ وقت پایا تھا جب روس میں سٹالین کارل مارکس اور چین میں ماوزے تنگ جیسے جدید اشتراکی بانیانِ مذہب کا طوطی بولتا تھا۔ اور سرخ انقلاب اپنی درانتی اور ہتھوڑے کے ساتھ انسانی سرخ خون کی ہولی کھیل رہا تھا۔ دوسری طرف امریکہ اور یورپ میں سرمایہ دارانہ نظام پورے آب و تاب کے ساتھ مدمقابل کھڑا تھا۔ چنانچہ اس کا منفی اثر ہر ملک اور اس کے معاشی نظام کو چیلنج کر رہا تھا۔ خصوصاً اسلام کے معاشی نظام کے لیے یہ سخت آزمائش اور کڑا امتحان تھا، اور یہ ہر ملک میں معاشی بزرجمہروں کا پسندیدہ یا ناپسندیدہ موضوع سخن تھا۔ علمائے تمدن و عمران کا مقولہ ہے کہ '' الانسان ابن بیئتہ '' انسان اپنے ماحول و معاشرہ کا فرزند ہوتا ہے۔ یعنی انسان اپنے معاشرے کی اکائی ہوتا ہے اور معاشرے سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہمارے مولانا کو بھی قیام ہندوستان کے دوران انہی عنوانات کو زبان حال، زباں مقال اور زبان قلم سے دیکھنے، سننے اور پڑھنے کو ملا تھا، اور ہر دینی فاضل کو اپنے گرد و پیش کے مسائل پر گرفت رکھنا ہی چاہیے۔

مولانا احمد سعید صاحب کو جامع مسجد اہلحدیث خانقاہ چھوغو گرونگ غواڑی سے اتنی والہانہ عقیدت بلکہ فرط محبت تھی کہ جب آپ پر فالج کا حملہ ہوا تو عرصہ دراز تک اپنا منحنی عصا ہر جمعہ کو مذکورہ جامع مسجد بھیجتے رہے۔ اور تیمارداروں سے جمعہ سے واپسی پر پوچھتا رہتا آج کس نے خطبہ دیا اور کس موضوع پر دیا؟۔ پھر مذکورہ جامع مسجد میں جانے والوں کی تعریف کرتا، خوش ہوتا اور تلقین کرتا کہ اس جامع مسجد کو بنانے میں یہاں گرباملّہ کے اکابر علماء مثلاً مولانا محمد موسیٰ، مولانا کریم بخش اور نامور

کاریگر حاجی نور ولد حسن نے غیر معمولی اور سرفروشانہ خدمات پیش کی ہیں ۔ یہ تذکرہ ہمارے دلوں میں بھی جذبہ خدمت کو گرما دیتا۔

حضرت مولانا صاحب کو آج بھی بندہ عالم تصور دیکھ رہا ہے کہ آپ جمعۃ المبارکہ کو سنت نبوی کے مطابق صاف ستھرے اور اجلے کپڑے زیب تن کیئے ، سرخ رنگت کی گرم ٹوپی سر پر سجائے ، بڑے سائز کی عینک لگائے ، ہلکے رنگ کا زرد رومال کندھے پر ڈال کر دونوں سرا آگے لٹکائے اور کالے رنگ کی مناسب شیروانی میں ملبوس ہو کر اول وقت میں راہی جمعہ ہوتے ۔

طبیعت ومزاج: مولانا موصوف ایک بہترین مجموعہ اضداد تھا۔ اگر فطری وجبلی طور پر کھرے مزاج واقع ہوئے تھے تو حسب موقع ومناسبت شگفتہ مزاج بھی واقع ہوئے تھے۔ آپ کی طبیعت اگر نازک تھی تو اس میں آپ کا کوئی زیادہ قصور نہ تھا یہ کھراپنی اور مغلوب غضبی کا عنصر آپ کے دادا محترم یعنی بانی تحریک اہلحدیث مولانا عبدالرحیم بن عبدالعزیز میں بھی بطریق اتم موجود تھا۔ اولاد تو کافی حد تک اپنے آباؤ واجداد کی ترجمان اور حلیہ واوصاف کی عکاس ہوتی ہے ۔ یہی حال غواڑی کے معاشرے میں زبان زد عام وخاص تھا کہ مولانا خود کو بھی اس کا بڑا احساس ہے۔

بقیۃ السلف حضرۃ الاستاد مولانا عبدالباقی خان مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے جامع مسجد خانقاہ میں دوران خطبہ فرمایا کہ ''مین مجبور ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری فطرت ہی اسی طرح بنائی ہے آپ لوگ ناراض نہ ہو جائیں اور سنجیدگی سے نہ لیں ، خرگوش پیدائشی لحاظ سے تیز اور چست پیدا کیا گیا ہے ، اس کا پیچھا کوئی کر رہا ہو یا نہ ہو ایک غار سے دوسرے غار تک جاتے وقت چھلانگیں لگاتے اور قلابازیاں کھاتے ہوئے جاتے ہیں اس کے برعکس کچھوا فطرتی طور پر ہی سست رفتار پیدا کیا گیا ہے اس کے پیچھے کوئی ہو یا نہ ہو سست ہی رہتا ہے۔ چاہے کہ اس پر بم اور دوسرے مہلک ہتھیاروں سے حملہ کیا جائے ۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں رینگتے ہوئے چلتے ہیں ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت اسی طرح تخلیق کی ہے۔ اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔''

ایک دفعہ مولانا عبدالباقی خان حفظہ اللہ نے اپنی معروف عادت کے مطابق دارالعلوم غواڑی کے تدریس اسٹاف کی محفل میں عمومی مزاحیہ باتیں کیں یہ مزاح اگرچہ مولانا ممدوح کے لیے نہ تھا مگر خود قبول کرتے ہوئے آپ نے گھن گرج اور کرخدار لہجے میں فرمایا ''او عبدالباقی اپنی زبان پر دروازہ لگا دے'' جناب مولانا عبدالباقی صاحب نے بلا تاخیر ایک معصوم بچے کی طرح منمناتے ہوئے کہا ''ٹھیک ہے سائیں جی''۔

مذکورہ بالا بیانات سے یقین نہ کریں کہ آپ سرتاپا کرخت مزاجی اور تیز طبیعت کا پیکر تھا تو آپ ہر دم ایسا نہ تھا بلکہ شگفتہ

مزاجی طنز اور مزاح سے بھی حظ وافر ملا تھا۔ جب موڈ خوشگوار ہوتا تو مزیدار چٹکلے، گدگدی پیدا کرنے والے طنز ومزاح، اور پھلجڑیوں سے بزم زندہ دلان کو کشت زعفران بنا دیتے۔ مولانا خود بھی بتیسی نکال کر ہنستے دوسروں کو بھی بے ساختہ ہنسنے پر مجبور کرتے ذیل میں چند نمونے قارئین کے پیش خدمت ہیں:

❁ ۱۹۸۶ء میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا۔ جاتے وقت بعض عزیزوں نے ہاتھ گھڑی کی فرمائش کی تو آپ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب میں گھڑیوں کی بارش ہوتی ہے۔

یاد رہے آپ ایک دینی عالم ہونے کے باوجود بوکھلاہٹ میں عرفات سے واپسی پر مزدلفہ ٹھہرنے کے بجائے سیدھا مکۃ المکرّمۃ پہنچ گیا تھا۔ مزدلفہ میں تلاش بسیار کے باوجود آپ نہیں ملا تھا۔ اس کوتاہی کی تلافی ایک بکری کا دَم ادا کر کے جب مکہ میں آپ ساتھیوں کو ملا تو آپ کی حالت دیدنی تھی اور تقریباً ایسا لگتا تھا کہ جناب موصوف کو شاید کسی سے عربی میں پوچھنے کی ہمت بھی نہیں پڑی تھی۔ کیونکہ موصوف رواں عربی لہجہ سے نابلد تھا۔

❁ میدان منیٰ میں جمرات کی دائیں طرف کی پہاڑی پر مدینہ یونیورسٹی کے طلباء اور بلتستانی حجاج کرام کا کیمپ ہوا کرتا تھا۔ وہاں سے نیچے وادی میں جمرات پر آنے جانے والے ایک ایک حاجی کی حرکات وسکنات صاف صاف دیکھی جا سکتی تھیں۔ دوپہر کے وقت جمرات پر عازمین حج کا شدید تانتا لگا دیکھ کر موصوف فرمانے لگے ”دیکھو لوگوں کو شیطان سے کتنی عقیدت ومحبت ہے کہ وہاں سے چھٹ کر جاتے ہی نہیں!“

❁ ایک خطبہ جمعہ میں بے ایمان لوگوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”بعض لوگ بے ایمانی اور دجل وفریب میں نہ صرف خود کفیل ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی بے دریغ اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں شاید اسی کی طرف واضح اشارہ ہے ﴿وان الشیاطین لیوحون الی اولیاء هم لیجادلوکم وان اطعتموهم انکم لمشرکون﴾ اور حدیث نبوی میں ان کو ”بطانة الشر“ کہا گیا ہے۔

❁ ایک دن آپ لائبریری میں تشریف فرما تھے کسی آدمی نے دور سے آپ کا نام لے کر ہاتھ کے اشارے سے باہر بلایا تو آپ بڑے جز بز ہوئے اور ساتھ بیٹھے ہوئے طلباء سے دبی زبان میں کہا ”میں تمہاری آمد پر خوش نہیں ہوں تم الٹے مجھے باہر اپنے پاس بلا رہے ہو۔“

❁ ایک دفعہ کہا کہ کچھ حضرات ایسے ہیں اگر ان کو پتہ چلے کہ ہم ان کی ہر بات ماننے والے ہیں تو یہ لوگ ہماری گردنوں پر سوار ہو کر ہمیں درے مارتے ہوئے دوڑائیں گے اور کوئی رحم نہیں کھائیں گے۔ مطلب یہ تھا کہ انسان کا زیادہ سادہ